اوران سے حسن سلوک سیرت طیبہ کی روشنی میں اس کانفرنس میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں نے بھی شرکت کی اوراپنے شاندار خیالات کا اظہار کیا اس کانفرنس کے ذریعہ ہم نے غیر مسلموں کو پیغام دیا کہ وہ جس نبی کا استہزاء کرر ہے ہیں ذرا اس نبی کی تعلیمات بھی ملاحظہ کرلیں وہ غیر مسلموں کے بارے میں مسلمانوں کو کتنی شاندار تعلیمات فراہم کرتا ہے پھر کانفرنس میں پیش کردہ مقالات کو علوم اسلامیہ انٹرنیشنل کا سیرت النبیؐ نمبر بنا کر فروری تا جولائی ۲۰۰۷ء میں شائع کیا گیا اورویب سائٹ پر بھی جاری کیا گیا تا کہ دنیا بھر میں استفادہ کیا جاسکے

اوراس کوشش کے ذریعہ علمی سطح پر فکری تبدیلی لائی جاسکے ایک مسلمان کامل مسلمان اس وقت ہوتا ہے جب وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ اورآپؐ سے پہلے دنیا میں آنے والے تمام پیغمبروں پر ایمان لائے تمام پیغمبروں کی عزت کرے اگر کوئی مسلمان عیسیٰؑ یا موسیٰؑ یا کسی اور نبی کی بے عزتی یا ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو ایک مسلمان کے نزدیک اسی طرح واجب القتل ہے جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ واجب القتل ہے آج کا عیسائی یہودی خود اپنے انبیاء کی عزت نہیں کرتا تو بھلا وہ کیسے ہمارے پیغمبر کی عزت کرے گا مولانا محمد امجد سعید لکھتے ہیں۔

غیر مسلموں میں انبیاء کی اہانت کا رویہ

مولانا محمد امجد سعید لکھتے ہیں: حضرت عیسیٰؑ کو انجیل مقدس میں نصاریٰ نے بدکاروں کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔(نعوذ باللہ) چنانچہ انجیل لوقا کی ایک عبارت ملاحظہ ہو'' کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ لکھا گیا وہ بدکاروں میں گنا گیا۔اس کا میرے حق میں پورا ہونا ضروری ہے۔اس لئے کہ جو کچھ مجھ سے نسبت رکھتا ہے وہ پورا ہونے والا ہے(انجیل لوقا/باب۲۲/آیت ۳۷) اس بے ہودہ اور من گھڑت عبارت کو بار بار پڑھیں جس میں حضرت عیسیٰؑ کو بدکاروں میں لکھا گیا ہے۔ اب پادری صاحبان ازراہ کرم ذرا ہمت کر کے یہ بھی بتادیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کا بیٹا بدکار ہوسکتا ہے؟ کیا اس طرح ذات خداوندی پر حرف تو نہیں آئے گا؟...... یہ تو تھی انجیل مقدس کی عبارت۔اب ذرا تورات کے بھی کرشمے دیکھ لیں۔تورات میں ایک مقام پر یوں لکھا ہے''اورنوح کاشتکاری کرنے لگا اوراس نے انگور کا ایک باغ لگایا اس نے مے پی اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے پر

برہنہ ہوگیا (تورات/ باب پیدائش/ آیت نمبر ۲۰،۲۱) (العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد)'' اس لچر عبارت کو پڑھنے کے بعد کونسا شریف اور باحیا انسان ایسا ہوگا جو اسے اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھنے کیلئے تیار ہو اور کون سا مسلمان ایسا ہوگا جو یہ تصور بھی کر جائے کہ حضرت نوحؑ جیسے برگزیدہ اور اولوالعزم پیغمبر نے شراب پی...... جو ام الخبائث ہے...... اور پھر آپے سے باہر ہوکر برہنہ ہوگئے ہو۔ پیغمبر کے بارے میں ایسی غلیظ جسارت سوائے یہود ونصاریٰ کے کوئی نہیں کرسکتا ہے۔...... اب اسی تورات کی ایک اور ناپاک ترین آیت پڑھئے: ''اور لوط صغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اس کی دو بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں۔ کیونکہ صغر میں بستے اسے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں غار میں رہنے لگیں۔ تب پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا'' ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ کی نسل کو باقی رکھ سکیں۔ سو انہوں نے اس رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی والی بچی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی (نعوذ باللہ من ذلک۔ نقل کفر کفر نباشد)'' پر اس نے جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھی...... آگے لکھا ہے...... سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں (تورات/ کتاب پیدائش/ باب ۱۹/ آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷)'' کتاب مقدس کی اس تعلیم کو داد دیجئے کہ جس میں حضرت لوطؑ جیسے پاک دامن اور نفیس الطبع اور ان کی دو ایسی صاحبزادیاں...... جو فرشتہ صفت انتہائی ایماندار اور پوری قوم میں حضرت لوطؑ پر صدق دل سے ایمان لانے والی فقط یہی دو لڑکیاں تھیں۔ ان کے متعلق ایسی بکواس اور اخلاق سے گری ہوئی کہانی لکھی ہے کہ کوئی بازاری کنجری بھی یہ گوارا نہیں کرسکتی کہ اپنے باپ کو شراب پلا کر اس سے ہم آغوش ہو اور یہاں کتاب مقدس میں جس کے آسمانی اور خدائی ہونے کا دعویٰ کیا جارہا ہے، ایک پیغمبر اور اس کی صاحبزادیوں کا یہ نقشہ کھینچا جارہا ہے۔ اسی طرح حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ، اور دیگر انبیاءؑ کے متعلق ان کتابوں کے اندر ایسی ہی ناشائستہ زبان استعمال کی گئی ہے کہ الامان والحفیظ!

حکومت مذہبی لوگوں کو اعتدال پسندی کی تعلیم دیتے دیتے نہیں تھکتی جبکہ صورتحال برعکس ہے انتہاء

پسندی اختیار کرتے ہوئے عدالتی نظام تباہ کیا گیا ساٹھ ججوں کو برخاست کیا بیشتر کو گرفتار و نظر بند کیا میڈیا پر پابندی لگائی صحافیوں پر تشدد کیا اپنے سیاسی مخالفین پر ملک کی سرزمین کو تنگ کیا بلوچستان اور وزیرستان کے عوام پر بم و میزائل کی بارش کی لوگوں کا قتل عام کیا لال مسجد و جامعہ حفصہ پر وحشیانہ انداز میں طاقت کا استعمال کیا اور انسانوں کو زندہ جلایا پھر اس عمل پر شرمندگی کے بجائے مظلوموں کو بار بار اپنے بیانات کے ذریعہ اشتعال دلایا گیا بالآخر خودکش حملوں کی وہ سریز شروع ہوئی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی ہے بہنوں کے بدن کی چاندی کو تیزاب سے کس نے داغا ہے۔ ماؤں کے مقدس جسموں کو تہقیہ سے کس نے روندا ہے اس ظلم و ستم کے موسم کی تفصیل بیان میں آئے گی۔ عصمت کی ان برہنہ لاشوں کو تاریخ کہاں دفنائے گی۔ حکومت غلطیاں کر کے جب پھنس جاتی ہے تو مدد کیلئے علماء کو مدعو کرتی ہے اور جب علماء مشورہ دیتے ہیں تو اسے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتی ہے۔

جس کے نتیجہ میں علماء کی آواز بھی غیر مؤثر ہوتی جا رہی ہے

۲۰۰۷ء کے حوالہ سے ایک رپورٹ پیش خدمت ہے جس سے حکومت کی ناکامی کا اندازہ ہوتا ہے روزنامہ جنگ ۱۶ ستمبر کے مطابق ۱۶ نومبر کی تاریخ عالمی یوم برداشت کے طور پر پوری دنیا میں منائی گی جبکہ پوری دنیا میں عالمی یوم برداشت منایا جا رہا ہے تو دوسری جانب پوری دنیا میں مسلمان تشدد و عدم برداشت کا نشانہ بنتے رہے، کشمیر، فلسطین، افغانستان اور عراق میں انسانیت کی تذلیل ہوتی رہی جبکہ پاکستان میں بھی گذشتہ سال دہشتگردی اور فرقہ واریت میں 55 فیصد اضافہ ہوا، یہی نہیں بلکہ گزرے ہوئے تین سو پینسٹھ دن عالمی سطح پر صحافت کیلئے بھی ناقابل برداشت رہے، عالمی سطح پر 82 صحافیوں کو بھی قتل کیا گیا صرف 2007ء کے ابتدائی مہینوں میں 16 صحافی قتل ہوئے۔ پاکستان میں بھی سال 2007ء صحافیوں کے لئے بدترین رہا، صحافیوں کو پیشہ ورانہ فرائض انجام دینے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ امریکی فوج نے گزشتہ تین سالوں میں ڈیڑھ لاکھ افراد مار ڈالے جبکہ دنیا بھر میں خودکشی کے واقعات میں بھی کافی اضافہ ہوا۔ تفصیلات کے مطابق دنیا کے ہر خطے میں کوئی بھی ہو مسلمان عدم برداشت کا نشانہ بن رہے ہیں۔ امریکا، اسرائیل اور

بھارت کے عدم برداشت کے رویئے نے افغانستان، عراق، فلسطین اور کشمیر کے عوام نہ صرف اپنے جان و مال سے محروم رہے ہیں بلکہ وہاں انسانیت کی تذلیل عدم برداشت کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ جنگ ڈیولپمنٹ رپورٹنگ سیل نے عالمی یوم برداشت کے حوالے سے مختلف متعلقہ ذرائع سے جو اعداد و شمار حاصل کئے ہیں ان کے مطابق بھارتی دہشت گردی اور عدم برداشت سے سال 2006ء کے دوران 828 کشمیری شہید ہوئے جن میں 785 مرد، 13 خواتین اور 30 بچے شامل ہیں، عدم برداشت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ 63 شہریوں کو زیر حراست شہید کیا گیا جب کہ 4708 کشمیریوں کو اذیت دی گئی اور زخمی کیا گیا

اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق سال 2006ء کے دوران عراق میں 34 ہزار 452 افراد جاں بحق اور شہید ہوئے۔ امریکی عدم برداشت کے باعث مارچ 2003ء سے سال 2006ء کے اختتام تک ڈیڑھ لاکھ افراد شہید ہوئے۔ ہیومن رائٹس واچ کے مطابق افغانستان میں سال 2006ء کے دوران اتحادی اور نیٹو افراد کے حملوں سے 230 افراد جب کہ بم دھماکوں اور خود کش حملوں سے 669 افراد جاں بحق ہوئے۔ افغانستان میں سال 2006ء کے دوران 117 خودکش حملے ہوئے جس میں 206 سویلین شہری، 54 افغان سیکیورٹی اہلکار اور 18 نیٹو فوجی نشانہ بنے۔ ''سیو دی چلڈرن'' کے اعداد و شمار کے مطابق اسرائیلی عدم برداشت کے رویے کے باعث دسمبر سال 2000ء سے جون سال 2007ء تک اسرائیلی فوج اور مقامی اسرائیلیوں کے تشدد سے 882 بچے شہید ہوئے جس سے عدم برداشت کے رویے کا بھرپور اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے تیار کردہ اعداد و شمار کے مطابق ملک میں عدم برداشت کے باعث سال 2005ء کی نسبت سال 2006ء کے دوران دہشت گردی اور فرقہ واریت کے واقعات میں 55.5 فیصد اضافہ ہوا جب کے غیرت کے نام پر قتل، کاروکاری اور قتل کے واقعات میں 29 فیصد، اغواء کے واقعات میں 76 فیصد، زیادتی کے واقعات میں 164 فیصد، گھریلو تشدد کے واقعات میں 34 فیصد، خودکشی کے واقعات میں 44 فیصد اور تیزاب پھینکنے کے واقعات میں

110 فیصد اضافہ ہوا۔عدم برداشت کے حوالے سے جہاں شہری ریاستی دہشت گردی کا نشانہ بنے اور قومی سطح پر نا قابل برداشت رویہ اپنایا گیا وہاں اپنے فرائض کی ادائیگی کرنے والے صحافی بھی محفوظ نہ رہ سکے

اس صورت حال پر علماء نے صدر سے استعفٰی کا مطالبہ کرتے ہوئے ایک اجتماعی بیان جاری کیا جس کا ایک ایک لفظ توجہ کا طالب ہے

پاکستان میں خودکش حملے اور علماء کی اپیل

آج کل وطن عزیز تہہ در تہہ بحرانوں کے جس سنگین دور سے گزر رہا ہے اس کی کوئی مثال ملک کی ساٹھ سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ ملک کا ہر حساس باشندہ اس صورت حال پر بے چین ہے، اور اسے ان حالات میں روشنی کی کوئی کرن بھی نظر نہیں آ رہی ہے۔ایسے پر آشوب حالات کا تقاضا ہے کہ ملک کے وجود و بقا کی خاطر ہر شخص اپنی ذات سے بلند ہو کر سوچے اور ملک کے تمام طبقات، تنظیمیں اور جماعتیں اپنے اختلافات کو پس پشت ڈالیں اور ملک کو مل جل کو اس گرداب سے نکالنے کی کوشش کریں۔ ملک کے گوناگوں مسائل میں جس چیز نے کئی گنا اضافہ کر دیا ہے، وہ بڑھتی ہوئی بدامنی، سڑکوں پر غارت گری بالخصوص بم دھماکوں اور خودکش حملوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس کے نتیجے میں تقریباً ہر ہفتے درجنوں افراد کی ہلاکت سینکڑوں خاندانوں کو اجاڑ چکی ہے اور یہ سلسلہ کسی حد پر رکتا نظر نہیں آ رہا

یہ بات تقریباً ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے، قرآن واحادیث شریفہ کے احکامات وارشادات اس بارے میں بالکل واضح ہیں، لیکن جب کسی دشمن سے جائز اور برحق جنگ ہو رہی ہو، اس وقت دشمن کو موثر زک پہنچانے کیلئے کیا کوئی خودکش حملہ کیا جا سکتا ہے؟ شرعی اور فقہی طور پر اس بارے میں دو رائے ہو سکتی ہیں۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر ایک جائز اور برحق جنگ کے دوران حقیقی ضرورت پیش آ جائے اور ہدف بے گناہ لوگ نہ ہوں تو خودکش حملہ جائز ہے، یہ اسی طرح کا خودکش حملہ ہوگا جیسے ۱۹۶۵ء میں ہندوستان کے حملے کے وقت ''چونڈہ'' کے

محاذ پر پاکستانی فوج کے جوانوں کی یہ داستانیں مشہور ہیں کہ وہ جسموں سے بم باندھ کر بھارتی ٹینکوں سے ٹکرا گئے تھے۔ اور اس کے نتیجے میں ٹینکوں کی پیش قدمی روک دی گئی تھی۔ چونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور ملک وملت کو دشمن سے بچانے کیلئے ایک جائز اور برحق جنگ کے دوران کوئی شخص ایسا اقدام کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حسن نیت کی بنا پر اس کی قربانی کو قبول فرما لیں گے، لیکن یہ ساری بات اس وقت ہے جب کھلے ہوئے دشمن سے کوئی جائز جنگ ہو رہی ہو۔ اس بحث کا اس صورت حال سے کوئی تعلق نہیں ہے جہاں خودکش حملے کا نشانہ ایسے کلمہ گو مسلمان ہوں یا ایسے غیر مسلموں کو بنایا جائے جن کی جان ومال کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے۔ ایک کلمہ گو مسلمان، خواہ عملی اعتبار سے کتنا گناہ گار ہو، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس حرمت کا حامل ہے اور قرآن وحدیث نے ایسے شخص کے قتل کرنے کو ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں آنحضرتؐ نے ایک مسلمان کی جان ومال کو کعبے سے بھی زیادہ حرمت کا حامل قرار دیا ہے۔ بلکہ وہ خودکش حملہ جس کا نشانہ مسلمان یا مسلمان ریاست کے پرامن شہری ہوں، وہ دوہرا گناہ ہے: ایک تو دوسرے کے خلاف قتل عمد کا گناہ ہے، اور اس کے نتیجے میں جتنے انسان ناحق قتل ہوں، وہ اتنے ہی زیادہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔ اور دوسرے اس صورت میں خودکشی حرام ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے خودکشی کا گناہ اس کے علاوہ ہے۔

اس لحاظ سے ہمارے ملک کے مختلف حصوں میں جو خودکش حملے ہو رہے ہیں اور جس کے نتیجے میں سینکڑوں مسلمان اور پرامن شہری ناحق ہلاک ہو چکے ہیں، وہ دینی اعتبار سے انتہائی سنگین گناہ ہے اور ''فساد فی الارض'' کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خودکش حملے کون کر رہا ہے؟ اور کیوں کر رہا ہے؟ ان اقدامات کی پوری مذمت کے ساتھ یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ جو لوگ اس قسم کے حملے کرتے ہیں یہ جان کر کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا نشانہ بنے نہ بنے، سب سے پہلے وہ خود موت کے منہ میں جائیں گے۔ عام حالات میں زندگی ہر شخص کو پیاری ہوتی ہے، اور کوئی بھی شخص انتہائی غیر معمولی حالات کے بغیر خود اپنے آپ کو موت کے گھاٹ نہیں اتار سکتا۔ لہٰذا سوچنے کی بات یہ ہے کہ انسانوں کی اتنی بڑی تعداد یکا یک کس وجہ سے اس غیر معمولی اقدام

پر آمادہ ہوگئی ہے کہ نہ اسے اپنی جان کی پرواہ ہے نہ اسے اپنے یتیم ہونے والے بچوں، بیوہ ہونے والی بیوی، اور غم زدہ خاندان کا کوئی خیال ہے، اور نہ اس بات سے کوئی بحث ہے کہ اس کے مرنے کے بعد دنیا اسے کیا کہے گی؟

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خودکش حملوں کی یہ بہتات ہمارے ملک میں پچھلے چند سالوں ہی سے پیدا ہوئی ہے، اس سے پہلے اس کا کوئی وجود ہمارے ملک میں نہیں تھا۔ یقیناً اس کے کچھ اسباب ہیں جنہیں دور کیے بغیر محض ایسے لوگوں پر غصے سے دانت پیس کر تشدد کی فضا کو اور ہوا دینے سے یہ صورتحال ختم نہیں ہوسکتی۔ اگر واقعی ہم اس صورتحال کو ختم کر کے ملک میں امن وامان بحال کرنے میں مخلص ہیں تو ہمیں پوری حقیقت پسندیوں کے ساتھ اپنی پالیسیوں پر تنقیدی نگاہ ڈالنی ہوگی، اور جو غلط پالیسیاں اس کا سبب بنی ہیں، انہیں تبدیل کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا ہوگا

یہ خودکش حملے جن میں ایک انسان اپنے ساتھ کبھی دو چار،، کبھی آٹھ دس، کبھی پچیس تیس اور کبھی اس سے بھی زیادہ افراد کو ہلاکت کے غار میں دھکیل دیتا ہے، درحقیقت ایک شدید جھنجھلاہٹ اور چڑچڑاہٹ ہے جو ہر طرف سے مایوس ہونے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ یوں تو ہماری بیشتر حکومتیں امریکہ کی زیر اثر رہی ہیں، لیکن ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد ہماری حکومت نے امریکہ کے تابع مہمل بن کر جس طرح اپنے آپ کو امریکہ کی بھینٹ چڑھایا، اور امریکی مفادات کی جنگ کو اپنے ملک میں لاکر جس بے دردی سے قومی مفادات کا خون کیا، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ہماری افواج کو امریکہ کی رضامندی کی خاطر خود اپنے ہم وطنوں کے خلاف آپریشن میں استعمال کیا گیا۔ امریکہ اور بھارت کے معاملہ میں بزدلی دکھائی گئی، اور تمام تر بہادری کا مظاہرہ وانا، وزیرستان، سوات، بلوچستان اور لال مسجد کے نہتوں پر کیا گیا، اور خواتین کے حقوق کا ڈھنڈھورا پیٹنے والوں نے جامعہ حفصہ کی سینکڑوں خواتین کو بھی خون میں نہلا کر واشنگٹن کی شاباش حاصل کی۔

دوسری طرف ''روشن خیالی'' اور ''اعتدال پسندی'' کی آڑ میں ملک کو بے دینی کی طرف لے جانے کی کوششیں پورے اہتمام کے ساتھ جاری ہوئیں، نظام تعلیم کو اپنے قومی مقاصد اور مصالح کے

بجائے غیروں کے لئے خوش نما بنانے کی خاطر نصاب میں تبدیلیاں کی گئیں، حدود کے قوانین میں عورتوں کے حقوق کے نام پر سراسر بے جواز ترمیمات کی گئیں جن کا عورتوں کے حقوق سے کوئی تعلق نہ تھا، بلکہ وہ ان کیلئے مزید بے انصافی پر مشتمل تھیں۔ عریانی وفحاشی کو فروغ دیا گیا، اور فحاشی کے اڈوں کی عملاً سرپرستی کی گئی، روز افزوں گرانی اور بے روزگاری نے غریبوں کے لئے جینا دوبھر کر دیا۔ ملک بھر میں قتل وغارت گری اور لوٹ مار کا طوفان برپا ہے، جس کی بنا پر کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی جان ومال کے بارے میں ہر وقت خطرات کا شکار نہ ہو اور حکومت ان مسائل کو حل کرنے کے بجائے میراتھن ریس، بسنت اور رقص وسرور کو فروغ دینے میں مصروف ہے۔ عدالتوں سے انصاف حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف بن گیا، پھر عدلیہ کو انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ پامال کیا گیا اور دفتروں میں رشوت ستانی کے نتیجے میں عوام دربدر کی ٹھوکریں کھا کر بھی اپنے چھوٹے چھوٹے کام کرانے سے قاصر ہو گئے

ان تمام حالات کے باوجود کچھ لوگوں نے اپنے یکطرفہ عمل سے لوگوں کو یہ تاثر دیا کے اس کے دربار میں عوام کے حقوق اور مطالبات کی کوئی شنوائی نہیں ہے اور اس ملک میں پرامن اور آئینی راستے سے کوئی معقول مطالبہ منوانے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ یہاں لاقانونیت کا راج ہے، دھونس، دھاندلی، لوٹ مار اور قتل وغارت گری کرنے والے دندناتے پھرتے ہیں اور قانون پر چلنے والوں کو قدم قدم پر مصائب کا سامنا ہے۔ یہاں پرامن طریقہ سے اسلام کے نفاذ کا مطالبہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے اور اس کے حق میں قرآن وسنت اور عقل ودانش کی کوئی دلیل نہ صرف کارگر نہیں، بلکہ مقتدر حلقے اسے توجہ سے سننے کے بھی روادار نہیں ہیں

بہ ظاہر یہ وہ مجموعی حالات ہیں جنہوں نے کچھ جذباتی اور مایوس افراد کے دل میں وہ جھنجھلاہٹ پیدا کی جو خودکش حملوں کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے۔ یہ لوگ ہر طرح کے پرامن راستے سے مایوس ہو کر تشدد کے راستے پر چل پڑے ہیں۔ ان میں ایسے نوجوان بھی ہونگے جن کے گھر حکومت یا امریکہ کے آپریشنوں میں ملبہ کا ڈھیر بنا دیئے گئے ہیں اور جن کو تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہوئے دیکھا ہے، اور اب ان کے پاس انتقام کی آگ کے سوا کچھ نہیں بچا، جو وہ خود اپنی جان دے کر ٹھنڈا

کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ وہ ملک دشمن طاقتیں جو پاکستان کو (خاکم بدہن) افراتفری کی نظر کر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی ہیں، یا اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر اس پر حملہ آور ہونا چاہتی ہیں، وہ بھی اس آتش گیر فضا سے فائدہ اٹھا کر ایک طرف خود بھی دھماکے کرا رہی ہیں، تاکہ ہر دھماکہ انہی انتہا پسندوں کی طرف منسوب کیا جا سکے۔ دوسرے انہوں نے ایسے جذباتی افراد کو در پردہ ابھارا ہے کہ وہ اپنا یہ مشن جاری رکھیں۔ انہیں یہ کہہ کر گمراہ کیا گیا کہ موجودہ حالات کی ذمہ داری جس طرح حکومت پر عائد ہوتی ہے، اسی طرح وہ شہری بھی اس جرائم میں برابر کے شریک ہیں جنہوں نے ایسی حکومت کی اطاعت قبول کر رکھی ہے، لہٰذا ان سب پر حملہ کر کے ان کو ختم کرنا جائز ہے۔

یہ جذباتی ذہنیت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان کے سامنے کوئی زبانی کلامی دلیل فائدہ مند نہیں ہوتی، اور اس ذہنیت کا مقابلہ کرنے کیلئے جتنا زیادہ تشدد اختیار کیا جائے گا، اس کی اشتعال پزیری میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔ لہٰذا پاکستان کی سول آبادی پر ہونے والے فوجی آپریشن صورتحال کا حل نہیں ہیں۔ اس ذہنیت کے مقابلہ کیلئے جوش سے زیادہ ہوش اور ہتھیار سے زیادہ ناخن تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

ہمارے نزدیک سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ لوگ جنہیں ''شدت پسند'' یا ''انتہا پسند'' کہا جا رہا ہے، حکومت ان کو امریکی آنکھ سے دیکھنے کے بجائے پاکستانی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کرے۔ یہ لوگ خواہ آزاد قبائل میں ہوں یا سوات اور مالاکنڈ میں یا بلوچستان میں، دراصل ہمارے ہی بھائی ہیں ہمارے ہی ہم وطن اور ہمارے ہم مذہب ہیں۔ یہ پاکستان کے دشمن نہیں بلکہ ان میں بہت بڑی تعداد ان کی ہے جو قبائلی علاقوں میں ہمیشہ پاکستانی سرحدوں کے محافظ رہے ہیں، لیکن حالات نے انہیں حکومت کا دشمن اور انتہا پسند جذباتیت نے انہیں ہر اس شخص کا دشمن بنا دیا ہے جو حکومت دشمنی میں ان کیساتھ شریک نہ ہو۔ اگر حکومت اپنی پالیسیوں میں مثبت تبدیلی لا سکتی ہو تو ان اسباب کو ختم کیا جا سکتا ہے جن کی بنیاد پر ان کی انتہا پسندی کو ہوا ملی، اور جن کی وجہ سے وہ سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں

مرے طائرنفس کونہیں گلستاں سے رنجش ملے گھر میں آب ودانہ تو یہ دام تک نہ پہنچے

اگراس طرز فکر کی سچائی ایک مرتبہ دل میں بیٹھ جائے تو کچھ تجاویز ہیں جن پرعمل کر کے ہم موجودہ بحران سے نجات حاصل کر سکتے ہیں:

ا۔''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نام پرہم نے جس طرح آنکھ بند کر کے امریکہ کی حکمت عملی اختیار کی ہے،اس کے بارے میں اس حقیقت کا دل سے اعتراف کیا جائے کہ وہ قطعی طور پر ناکام ہو چکی ہے

۲۔شمالی علاقہ جات اور بلوچستان میں فوجی آپریشن فوری طور پر بند کر کے وہاں کی شورش کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور شورش کے رہنماؤں سے اس پر کھلے دل سے مذاکرات کئے جائیں،اوران کے جائز مطالبات کووہ اہمیت دی جائے جس کے وہ مستحق ہیں

۳۔اس حقیقت کا ادراک کیا جائے کہ اصل طالبان دہشت گردنہیں ہیں،اورنہ ان میں سب لوگ انتہاء پسند جذباتی ہیں،ان میں ایسے عناصر بھی موجود ہیں جن سے معقولیت کے ساتھ بات چیت ہوسکتی ہے

۴۔شمالی علاقہ جات اور آزاد قبائل کے معتدل علماءاور خوانین خونریزی کے حق میں نہیں ہیں،لیکن ان کی بات، مشتعل عناصر میں اس لئے موثرنہیں ہورہی ہے کہ حکومت کی طرف سے مستقل خلاف اسلام پالیسیاں جاری رہی ہیں،جن کی موجودگی میں ان معتدل علماءاور خوانین کی طرف سے عدم تشدد کی اپیلیں بےاثر رہیں،کیونکہ تشدد رکوانے کیلئے ان کے ہاتھ میں کوئی ایسی مثبت بات نہیں جو وہ ان مشتعل عناصر کے سامنے پیش کر کے سرخرو ہوسکیں اگر حکومت لوگوں کے دلوں میں یہ اعتماد پیدا کر سکے کہ اب وہ اپنی پالیسیاں مرتب کرتے وقت واشنگٹن کی چشم آبرو کا اشارہ دیکھنے کے بجائے ملک وملت کے مفاد پرنظر رکھے گی،اپنے ہم وطنوں کے خلاف فوجی کارروائیاں بند کرے گی اوراپنی خلاف اسلام پالیسیوں کوختم کردے گی،اوراس غرض کیلئے عملی اقدام کر کے بھی دکھائیں جائیں اورانہیں موثر طور پر جاری رکھا جائیگا تو یہ معتدل عناصر جذباتی عناصر کی ایک بڑی

شورش کو سازش سے باز رکھ سکتے ہیں۔

۵۔ اس حقیقی کوشش کے باوجود اگر کچھ لوگ شورش پر آمادہ رہیں گے تو اولاً ان کی آواز اتنی موثر نہیں رہے گی اور دوسرے معتدل حلقوں کی طرف سے ان کے خلاف کھل کر اعلان براءت ممکن ہوگا، اور عام تائید کے بعد یہ شورش خود بہ خود دب جائے گی۔

۶۔ بلوچستان کے لوگوں کے کچھ حقیقی مسائل اور مطالبات ہیں جو بڑی حد تک انصاف پر مبنی ہیں، ان مطالبات کو ملک دشمنی سے تعبیر کر کے ان کے خلاف فوجی آپریشن کسی بھی طرح دانش مندی نہیں ہے۔ وہاں کے رہنماؤں سے ایک مرتبہ پھر سنجیدہ اور بامعنی مذاکرات کا سلسلہ شروع کر کے وہاں کی شورش پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے

۷۔ پچھلے چند روز میں صدر مملکت کی طرف سے امریکہ کے بارے میں پہلی بار کچھ ایسے جرأت مندانہ بیانات سامنے آئے ہیں جو قومی غیرت کے عین مطابق ہیں، اور ان سے عوام کے دلوں کو کچھ حوصلہ ملا ہے۔ ان بیانات کو صرف لفظی بیانات کی حد تک محدود رکھنے کے بجائے ان کو آئندہ اپنی عملی پالیسی کی بنیاد بنانے کی ضرورت ہے۔

ابھی وقت ہے کہ ان خطوط پر نیک نیتی سے کام کر کے ملک وملت کو اس گرداب سے نکالا جا سکتا ہے، لیکن اس کیلئے قومی اتفاق رائے بھی بہت ضروری ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان نازک حالات میں حکومت، سیاست دان اور فکری رہنما اپنی ذات سے بلند ہو کر ملک وملت کی سالمیت کیلئے بنیادی نکات پر متفق ہوں، اور اس مقصد کے لئے یک جان ہو کر کام کریں۔ اس اتفاق رائے کو حاصل کرنے کیلئے صدر مملکت کو پہل کرنی ہوگی۔ ان پر یہ فریضہ سب سے زیادہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے بلند ہو کر تمام طبقہ خیال کے لوگوں کو جمع کریں، اور اگر اختلافات کو ختم کرنے کیلئے موجودہ سیاسی ڈھانچے میں جوہری تبدیلیاں کرنی پڑیں، انتخابات کو قابل اطمینان بنانے کیلئے سیاسی رہنماؤں کے جائز مطالبات کو تسلیم کرنا پڑے، خواہ وہ صدر صاحب کی اعلان کردہ پالیسی کے خلاف ہوں، تو ملک وملت کی سالمیت اور ملک کے سیاسی استحکام کے خاطر اس کو گوارہ کریں۔ سیاسی رہنماؤں سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اس موقع پر ملک کو بچانے کے

لئے سیاسی عداوتوں کو فراموش کر کے کم سے کم نکات پر متفق ہوں جو ملک کی بقا کیلئے ضروری ہیں۔ موجودہ تہہ در تہہ بحرانوں کے حل کیلئے ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ عدلیہ کو فعال کیا جائے، عدلیہ پر عوام کا اعتماد بحال کیا جائے تا کہ لوگ سڑکوں پر انصاف کے حصول کی کوشش کے بجائے عدلیہ میں فریاد رسی کر کے انصاف حاصل کریں۔ ہماری یہ بھی رائے ہے کہ جملہ ماورائے آئین اقدامات کو منسوخ کیا جائے۔ ان مقاصد کے حصول کیلئے اگر صدر پرویز مشرف کو ملک وملت کے خاطر مستعفی ہونا پڑے تو اس سے گریز نہ کریں۔ یہ ایک باوقار طریقہ ہوگا، جس کا اس منصب کے شایان شان راستہ یہ ہے کہ وہ آئین کے مطابق صدارت کا منصب سینٹ کے چیئر مین کے حوالے کریں، اور تمام سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لیکر معینہ تاریخ کو شفاف انتخابات کرا کر اقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کر دیں

ہمارا تعلق کسی سیاسی جماعت سے ہے نہ ہمارا کوئی سیاسی ایجنڈا ہے، اس لئے یہ تجویز کسی مخاصمت یا کسی ذاتی یا گروہی مقصد پر مبنی نہیں ہے، بلکہ ملک وملت اور خود صدر پرویز مشرف صاحب کی خیر خواہی پر مبنی ہے۔ انہوں نے آئین سے ماوراء جن اقدامات کے ذریعہ صدارت کا عہدہ حاصل کیا ہے، وہ کبھی ملک میں دیرپا استحکام پیدا نہیں کر سکتے۔ جس کی وجہ سے انہیں جلد یا بدیر یہ عہدہ چھوڑنا ہوگا، لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ اس کے برعکس اگر وہ رضا کارانہ طور پر ملک وملت کے خاطر یہ اقدام کریں تو ایک طرف استعفیٰ ان کا وقار بلند کرنے کے ذریعہ بنے گا، دوسری طرف ملک موجودہ سیاسی بحران سے پٹڑی پر آجائے گا۔ اور امید ہے اس کے نتیجہ میں شورش زدہ علاقوں میں فوری بہتری آئے گی۔

تائید کنندگان

۱۔ مولانا سلیم اللہ خان، مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی صدر وفاق المدارس پاکستان

۲۔ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، صدر دار العلوم کراچی

۳۔ مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر، مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

۴۔مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی
۵۔مولانا قاری حنیف جالندھری، مہتمم جامعہ خیرالمدارس ملتان
۶۔مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ، شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک
۷۔مولانا محمد سلفی، مہتمم جامعہ ستاریہ
۸۔مولانا انوارالحق،، نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۹۔مولانا محمود اشرف، نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۰۔مولانا مفتی عبدالرؤف، نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۱۔مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی، مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
۱۲۔مولانا مفتی عزیزالرحمٰن، جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۳۔مولانا عبیداللہ، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۴۔مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۵۔مولانا فضل الرحیم، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۶۔مولانا قاری ارشد عبید، ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۷۔مولانا محمد اکرم کاشمیری، رجسٹرار جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۸۔مولانا غلام الرحمٰن، چیئرمین نفاذ شریعت کونسل صوبہ سرحد
۱۹۔مولانا محمد صدیق، شیخ الحدیث جامعہ خیرالمدرس ملتان
۲۰۔مولانا مفتی عبداللہ، مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

جولوگ مندرجہ بالا حالات کے ذمہ دار تھے یا اپنی ذمہ داریوں سے غافل تھے یا اپنی ذمہ داریوا سے غافل ہوکر تماشائی کا کردار ادا کرتے رہے عوام نے انہیں اپنے ووٹوں کے ذریعہ تماشہ بناد اب نئی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مظلوموں سے انصاف کرے عدالتی فیصلہ کے مطابق جامع حفصہؓ کی تعمیر کرنے بلوچستان اور وزیرستان میں آپریشن بند کرکے مذکرات کرے

بیرونی ایجنڈے پر نہ چلے تو امید ہے کہ ملکی حالات جلد درست ہو جائیں گے پسماندہ علاقوں میں تعلیم کے فروغ پر خصوصی توجہ دے انصاف واحتساب کو یقینی بنائے اسلامی قوانین کا نفاذ کرے تو امید ہے کہ ملک میں جلد بہتر حالات پیدا ہو جائیں گے۔

مجلّہ کے اجراء کی تاریخ میں تبدیلی اور کانفرنس کا اعلان: ۲۰۰۹ء سے مجلّہ کا سیرت نمبر جنوری تا جون ہوگا اور عام شمارہ جولائی تا نومبر ہوا کرے گا یعنی سابقہ معمول کے برعکس ایک ماہ قبل شائع ہوگا۔

۲۰۰۸ء میں تیسری صوبائی سیرت النبی کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا جا رہا ہے اور تمام کالجز میں خطوط بھی ارسال کئے جا رہے ہیں اگر ۲۵ مئی تک قابل ذکر تعداد میں مضامین وصول ہو گئے تو جون کے پہلے ہفتہ میں کانفرنس کا انعقاد ہوگا اسلامیات کے جو اساتذہ ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۸ء ریٹائرڈ ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں وہ اپنا بایوڈیٹا جمع کرا دیں انہیں انشاء اللہ حسن کارکردگی ایوارڈ دیئے جائیں گے کانفرنس میں پیش کردہ مقالات ۲۰۰۹ء میں شائع کئے جائیں گے۔ کانفرنس کی جگہ اور تاریخ سے بعد میں آگاہ کیا جائے گا۔ آخر میں دعاء ہے اللہ تعالیٰ تمام مظلوموں کی نصرت فرمائے تمام شہداء کی مغفرت فرمائے اور ملک کو مستحکم فرمائے (آمین)

زاہد نگاہ کم سے کسی رند کو نہ دیکھ　　نہ معلوم اس کریم کو تو ہے کہ وہ پسند

....

مکافات عمل سے گر یہ غافل ہیں تو بے شک ہوں　　ہمارا کام ہے نیک وبد کا ان کو سمجھانا

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

چیف ایڈیٹر

تیسری صوبائی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس

۲۰۰۸ء (صوبہ سندھ)

حسب سابق صوبہ سندھ کی سطح پر سیرت النبیؐ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا جا رہا ہے تمام اہل علم، ڈاکٹرز، پروفیسرز، علماء کرام اور ریسرچ اسکالرز کو سیرت النبیؐ کے کسی بھی پہلو پر اردو، عربی، انگریزی، سندھی زبان میں مقالہ لکھنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔

۱۔ مقالہ آپؐ کی سیرت طیبہ کے کسی بھی پہلو پر تحریر کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ مقالہ دس تا پندرہ صفحات پر مشتمل ہو۔

۳۔ اصول تحقیق کے مطابق مقالات تحریر کیے جائیں ورنہ کانفرنس میں شامل نہیں ہو سکیں گے۔ (یعنی حواشی و حوالہ جات مقالہ کے آخر میں ہوں اور حوالہ جات مکمل ہوں جس میں مصنف کا نام، کتاب کا نام سنہ طباعت، مقام طباعت/ ناشر اور جلد و صفحہ لازماً درج کیا جائے)

۴۔ مقالات علمی اسلوب میں ہوں اور غیر فرقہ وارانہ مواد پر مشتمل ہوں۔

۵۔ مقالہ اس سے قبل کسی بھی جگہ نہ پیش کیا گیا ہو اور نہ شائع ہوا ہو۔

۶۔ مقالات حسب سابق علوم اسلامیہ انٹرنیشنل (اردو، عربی، انگریزی، سندھی) میں شائع کئے جائیں گے (انشاء اللہ)۔

۷۔ مقالہ نگار اگر مقالہ کے بارے میں فون پر تبادلہ خیال کرلیں یا بذریعہ خط آگاہ کر دیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

۸۔ تمام کالجز میں دعوت نامہ ارسال کر دیا گیا ہے اس اشتہار کو دعوت نامہ ہی تصور کیا جائے۔

ہیڈ آفس: 162 سیکٹر L/8 اورنگی ٹاؤن کراچی 75800

فون: 0300-2664793/021-5442489/021-6659703

عالمی قیام امن کے لئے

قومی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس ۲۰۰۹ء

بعنوان

عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ

باہمی خدشات، امکانات اور تصادم
اُسوۂ انبیاء علیہم السلام اور کتب مقدسہ کے تناظر میں

"کانفرنس میں شرکت کے لئے تمام مذاہب (اسلام، یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت، سکھ اور پارسی وغیرہ) کی موزوں ترین شخصیات کے انتخاب کے لئے ہمیں تحریری مشورے عنایت کیجئے اور اگر آپ خود بھی دلچسپی رکھتے ہوں تو اپنا اندراج جملہ تحریری کوائف و رابطہ نمبر کے ساتھ کروا دیجئے"۔

ہم سمجھتے ہیں دنیا میں حقیقی و دائمی امن مذاہب کے درمیان مکالمہ کے ذریعہ ممکن ہے اور اسلام نے (سورئہ آل عمران آیت ۶۴) سب سے پہلے اس کی دعوت دی ہے۔

زیر اہتمام

انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی سندھ (رجسٹرڈ)

صدر انجمن: پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

پتہ: مکان نمبر 162 سیکٹر 8/L اورنگی ٹاؤن کراچی

ریسرچ اسکالر سے درخواست

محترم المقام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ پاکستان میں صحیح معنوں میں اسلامی تحقیقی مجلات کی کمی محسوس کی جارہی تھی۔ جدید دور نے اہل علم کے سامنے متعدد نئے مسائل پیش کئے ہیں اور وقت کا تقاضہ ہے کہ ماہرین اسلام ان مسائل کا حل تلاش کریں اس بارے میں علمی اور تحقیقی مضامین لکھ کر علمی حلقوں میں شعور و آگہی کو فروغ دیں۔

ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل ایک باقاعدہ ادارتی مجلس کے تحت چلایا جارہا ہے جس میں قومی اور بین الاقوامی سطح کے جید علماء ڈاکٹرز پروفیسرز اور دانشور خواتین وحضرات شامل ہیں۔ صرف وہی مضامین شائع کئے جائیں گے جن کو ریفری وجج صاحبان کی منظوری حاصل ہوگی۔

اغراض ومقاصد اور مجوزہ عنوانات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

- قرآن وعلوم القرآن کی نشرواشاعت۔
- دورحاضر میں اجتماعی اجتہاد کے تصور کی روشنی میں مسائل کا علمی جائزہ۔
- امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا شرعی حل سیرت طیبہؐ کی روشنی میں تلاش کرنا۔
- سائنس اور ٹیکنالوجی سے پیش شدہ مسائل کا جائزہ۔
- اسلامی اقتصادی نظام کی طرف ممکنہ پیش رفت۔
- نصاب تعلیم کو بہتر بنانے کے اور اساتذہ کی تدریسی ذمہ داریوں کو بہتر بنانے کے لئے سفارشات۔
- انسانی حقوق کے نفاذ میں موانع کا تعین اور انہیں دور کرنے کے لئے تجاویز۔

- دعوت وتبلیغ کا شرعی طریقہ کار اور وقت کے تقاضوں کے موافق ضروری مسائل وواقعات پر بحث۔
- علوم اسلامیہ کی اشاعت وترویج اور اسلامی نظام تعلیم وتربیت پر ضروری مباحث ان پر سیمینار وکانفرسوں کا انعقاد پھر ان کی اشاعت۔
- عصری ودینی علمی اداروں کے مناہج پر بحث۔
- اساتذہ کے حقوق وفرائض۔

مجلّہ میں حواشی اور حوالہ دینے کا مجوزہ منہج

علمی اور تحقیقی مضمون لکھتے وقت اس اَمر کا اہتمام ضروری ہے کہ قاری کو تحریری کاوش کے مآخذ اور مصادر سے آگاہ کیا جائے۔اس مقصد کے لئے کہ مضمون کے آخر میں ترتیب کے ساتھ حوالہ جات کا مکمل ذکر کیا جائے اور اگر مناسب ہو تو مزید توضیحی نکات کا اندراج بھی کیا جائے۔ علوم اسلامیہ کی مجلس ادارت نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل منہج تجویز کیا ہے۔ محققین اور مضمون نگار حضرات سے درخواست ہے کہ اپنی تحریری کاوش ارسال کرتے وقت اسی منہج کو پیشِ نظر رکھیں تاکہ مضامین میں یکسانیت برقرار رہے۔

1- اگر کسی کتاب کا حوالہ دینا ہے جس کا ایک ہی مصنف/مؤلف ہے تو مصنف/مؤلف کا پہلے سرنیم پھر بقیہ نام لکھیں

اس کے بعد کتاب کا نام اس کے بعد مطبع اور سن اشاعت اور پھر صفحہ نمبر کا اندراج کیا جائے صفحہ/صفحات کیلئے ''ص'' بطور مخفف استعمال کیا جائے۔مثلاً:

دریا آبادی، مولانا عبدالماجد، سیرت نبوی ﷺ قرآنی. مکه. بکس بیرون موچی دروازه ، لاهور ۱۹۸۸ ، ص ۷۸.

مصنف، کتاب اور دیگر جدا جدا مطلوبہ معلومات کے درمیان سکتہ (comma) کا اہتمام ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا ابہام پیدا نہ ہو تاہم یہ بات ذہن میں رہے کہ لاہور اور ۱۹۸۸ کے درمیان اور ص ۷۸ کے درمیان سکتہ کی ضرورت نہیں حوالہ کی تکمیل کے بعد ختمہ (full stop)

ڈال دیا جائے اگر مصنف/ مؤلف کا نام یا سال اشاعت معلوم نہ ہو تو لکھا جائے کہ مصنف/ مؤلف نا معلوم یا مطبع/ سال اشاعت نا معلوم۔

2- اگر مصنف/ مؤلف ایک سے زیادہ ہوں تو دونوں مصنفین/ مؤلفین کے ناموں کا اندراج اسی ترتیب سے ضروری ہے جس ترتیب سے ان کا ذکر کتاب کے سرورق پر کیا گیا ہے۔
اگر مصنفین/ مؤلفین دو سے زیادہ ہوں تو صرف دو اوّل الذکر کا اندراج کافی ہے اور اس کے بعد اور دیگر کے الفاظ کا اضافہ کیا جائے البتہ نام لکھتے ہوئے پہلے سرنیم لکھیں

3- اُردو اور عربی میں عام طور پر طویل القابات کا رواج ہے۔ لیکن حواشی میں اس کو نظر انداز کرنا بہتر ہے تاہم اگر مصنف/ مؤلف کی شہرت کسی خاص لاحقے/ سابقے/ کنیت/ لقب کی وجہ سے ہے تو اس کے ساتھ اس اصل غیر معروف نام کو بین القوسین درج کیا جائے مثلاً: ابن اثیر (عزالدین علی بن محمد)

4- اگر کسی ایسی کتاب سے مدد لی گئی ہے جس میں مختلف محققین/ مضمون نگاروں کے مضامین شامل ہیں اور کسی شخص نے ان مضامین کی ترتیب، تہذیب اور تدوین کی ہے تو اس کا حوالہ دیتے وقت مضمون نگار کا نام لکھتے، پہلے سرنیم یعنی نام کا آخری حصہ لکھیں، اس کے بعد اس کے مضمون کا عنوان اور پھر مجموعہ کا عنوان
اور اس کے مدون کا ذکر کرنا چاہیے۔ مثلاً:

کوثر، ڈاکٹر انعام الحق، نصابی کتب کی فنی تدوین، اُردو میں فنی تدوین، تہذیب و ترتیب: ڈاکٹر ایم ایس ناز، ادارہ تحقیقات اسلامی ومقتدرہ قومی زبان ۱۹۹۱، ص ۹۸ تا ۱۱۰۔

(اس کا مطلب ہے ایم ایس ناز کی زیر تہذیب مدوّن کتاب اردو میں فنی تدوین میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا مضمون بعنوان نصابی کتب کی فنی تدوین شامل ہے)

5- اگر کسی مجلّے سے مضمون کا حوالہ دینا ہے تو اس کے لئے بھی نمبر 4 کے تحت مذکورہ طریقہ اختیار کیا جانا چاہیے۔ مجلّہ کا نمبر اشاعت اور ماہ وسال اشاعت کا ذکر ضروری ہے۔ جلد کے لئے ج اور شمارہ کے لئے ش بطور مخفف استعمال کیا جائے۔ مثلاً:

شامزئی،مفتی نظام الدین ، فن اسماء رجال مسلمانوں کا عظیم کارنامہ، ماهنامه الحق اکوڑہ خٹک ، ج۲۸ ش ۲ ، نومبر ۱۹۹۲ ،ص ۳۸ تا ۳۹
(اس کا مطلب ہے ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک جلد ۲۸، شمارہ ۲، نومبر ۱۹۹۲ء میں مفتی نظام الدین شامزئی کا مضمون بعنوان: فن اسماء رجال مسلمانوں کا عظیم کارنامہ)۔

6- اگر ایک ہی مأخذ سے بار بار استفادہ کیا گیا ہو تو پہلے حوالے میں اس کا مکمل ذکر ضروری ہے تاہم بعد کے حوالہ جات میں صرف مصنف/ مؤلف اور کتاب کا نام کافی ہے یہی طریقہ مجلّہ میں شائع شدہ مضمون کے سلسلہ میں اختیار کیا جانا چاہئے۔ یہ طریقہ اس لئے مناسب ہے کہ اس طرح ایک تو قاری کو بار بار پہلے دیئے گئے حوالے کی طرف رجوع نہیں کرنا پڑتا دوسرے اگر ایک ہی مصنف/ مؤلف کے ایک سے زیادہ مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے تو قارئین کو ان کے درمیان ابہام سے بچایا جاسکتا ہے مثلاً:

دریا آبادی، مولانا عبدالماجد ، سیرت نبوی قرآنی ، ص ۱۸۲۔

ایک ہی مأخذ کے مسلسل حوالوں کے اندراج میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔مزید آسانی کے لیے مصنف کا فقط سرنیم بھی استعمال کیا جاسکتا ہے مثلاً:

دریا آبادی ، سیرت نبوی قرآنی ص/۲۵

بعض محققین اس قسم کی صورت میں بعد کے حوالہ جات کے لئے کتاب کے عنوان کے ذکر کے بجائے مصدر بالا/ مصدر مذکور کے الفاظ کا اندراج بھی کرتے ہیں۔

7- قرآن پاک کا حوالہ دیتے وقت سورت کا نام اور آیت نمبر دینا ضروری ہے۔ دونوں کے درمیان سکتہ (comma) آنا چاہیئے فقط سورت کا نام اور آیت نمبر بھی لکھا جاسکتا ہے مثلاً:

القرآن الکریم ، البقرۃ ، ۱۸

اس میں صفحہ نمبر یا مطبع دینے کی ضرورت نہیں دیگر مقدس کتب کے بارے میں بھی اسی قسم کا طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے یعنی صفحہ یا مطبع کا ذکر کرنے کے بجائے محض باب وغیرہ کا اندراج کیا جائے۔

8- احادیث کے کسی مجموعے سے حوالہ دیتے وقت مؤلف/ مدوّن کا نام یا سرنیم، اس کے بعد مجموعے کا نام اور پھر متعلقہ حدیث کا باب، فصل وغیرہ کا اندراج کیا جائے مثلاً:

امام مسلم (مسلم بن حجاج)، الجامع الصحیح، مکتبہ الغزالی، دمشق، سال اشاعت نامعلوم، ج ۸، ص ۱۵، کتاب الزکوٰۃ۔

احادیث کے بعض جدید مطبوعہ مجموعوں میں ہر حدیث کے ساتھ نمبر کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اگر مضمون نگار کے پاس اس قسم کا ایڈیشن موجود ہے تو دیگر معلومات کے ساتھ فقط مصنف کا مکمل نام یا سرنیم پھر کتاب کا نام اس کے بعد باب اور فصل کا عنوان پھر حدیث نمبر دے دینا بھی کافی ہوگا۔

9- فقہی مسائل میں کتب کا حوالہ دیتے وقت مسئلہ زیر بحث کے ساتھ متعلقہ کتاب، باب اور فصل کا حوالہ قاری کے لئے مزید سہولت فراہم کرتا ہے۔ اس لئے اس کے اندراج کا اہتمام کیا جانا چاہیے مثلاً:

ابن نجیم (الشیخ زین الدین)، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مکتبة رشیدیه کوئٹه، سال اشاعت نامعلوم، ج ۱، ص ۲۸۸، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان۔

10- تاریخ سے متعلق ماٰخذ سے بھی حوالہ دیتے وقت مطبع اور سال اشاعت کے علاوہ زیر بحث عنوان کے الفاظ کے تحت مزید وضاحتی معلومات کے اندراج کا اہتمام کیا جانا چاہیے مثلاً:

ابن جریر طبری (محمد بن جعفربن محمد) تاریخ الامم والملوک، مطبعة حسینیة مصر، سال اشاعت نامعلوم، ج ۵، ص ۲۳، زیر عنوان: ذکر سبب مهلک زیادبن سمیة، وقائع سنة ثلاث وخمسین۔

11- لغت یا کسی موسوعۃ (Encyclopaedia) کا حوالہ دیتے وقت صفحہ اور ایڈیشن کا ذکر ضروری نہیں اگر دیا جائے تو بہتر ہے موسوعہ کی صورت میں اسکے ٹائیٹل (title) اور مضمون کے عنوان اور مصنف کے بارے میں معلومات دینا ضروری ہیں۔ لغات سے استفادہ کی صورت میں اس کے مصنف/ مدوّن اور لفظ کے مادّہ کا ذکر کافی ہے۔ مثلاً

عبد القیوم، جرش، اُردو دائرۃ معارف اسلامیۃ۔

(یعنی اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں جرش کے عنوان کے تحت عبدالقیوم کا تحریر کردہ مضمون)

بلیاوی، مولانا عبدالحفیظ ، مصباح اللغات، مادّہ عَنَقَ۔

12- اگر کسی ایم اے/ ایم فل/ پی ایچ ڈی کے غیر مطبوعہ مقالہ کا حوالہ دیتا ہے تو اس میں مقالہ نگار کا نام، مقالے کا عنوان شعبہ اور یونیورسٹی کا ذکر جس ادارہ کے تحت اس مقالہ کو مکمل کیا گیا ہے اور مقالہ کی تکمیل کے سال کا ذکر ضروری ہے مثلاً:

مبارک شاہ ،سیّد ، دینی مدارس کا نصاب تعلیم اور اس پر ناقدانہ نظر (ایم فل مقالہ) شعبہ اسلامیات ، پشاور یونیورسٹی ، ۱۹۹۶۔

13- مخطوط کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے مصنف/ مؤلف کا نام، مخطوطہ کا ٹائٹل اور جہاں پر وہ موجود ہے اس لائبریری یا مکتبہ کا نام اور مخطوطہ کے نمبر کا اندراج کرنا ضروری ہے۔ مثلاً:

البیرونی (ابو الیمن محمد بن عبدا لرحمن) الدر المنتخب فی تاریخ مملکۃ حلب، عما دۃ شؤ ون المکتبات مدینۃ المنورۃ، نمبر ۱۵۹۔

14- اگر کسی رائے کو متعدد کتب سے اخذ کیا گیا ہو تو ان کا بھی مکمل حوالہ دینا ہوگا لیکن حوالہ سے پہلے "دیکھیں" /"مزید تفصیل" کے لئے دیکھیں کے الفاظ کا اضافہ کیا جائے گا۔ مثلاً: دیکھیں/ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں

N.J. Coulson, A History of Islamic law, Edinburgh University Press. P-150.

مجلّہ علوم اسلامیہ کے اسکالرز وقارئین کے لیے اہم اطلاع

نوٹ: ۲۰۰۹ء سے محرم تا جمادی الثانی مطابق جنوری تا جون کا شمارہ سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہوگا

رجب تا ذی الحج مطابق جولائی تا دسمبر۔ عام موضوعات پر مشتمل ہوگا۔ لہٰذا مضامین سیرت جنوری تک عام مضامین جولائی تک موصول ہو جانے چاہیئے۔ مضمون کسی دوسرے

رسالہ اخبار وغیرہ میں شائع ہوا ہو تو آگاہ کردیں۔ ہر شخص اپنا مضمون شائع کرواسکتا ہے البتہ مضمون ۱۰ تا ۲۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ مضمون کمپوز شدہ یا کاغذ کے ایک سائڈ صاف ستھرا لکھا ہو۔ متن کا سائز 17 ذیلی عنوان کا سائز 24 عنوان کا سائز 14 Font4+ سائز 7 ہو مقالہ کا ایک پرنٹ اور فلاپی یا سی ڈی بھی ارسال فرمادیں اے میل بھی کیا جاسکتا ہے۔

''علوم اسلامیہ'' کا مضمون یا اس کا کوئی حصہ شائع کرنا چاہیں تو مجلّہ اور اس کا نمبر و تاریخ کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

اگر آپ ''علوم اسلامیہ'' کے مستقل مضمون نگار/ مقالہ نگار بن سکتے ہیں تو ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ مضامین اردو، عربی انگریزی اور سندھی زبان میں تحریر کیے جاسکتے ہیں۔ علوم اسلامیہ دنیا بھر کی لائبریریوں تحقیقی مراکز اور عام قارئین کو پیش کیا جاتا ہے۔

اساتذہ کرام اہل علم و تحقیق سے گزارش ہے کہ وہ ''علوم اسلامیہ'' کی کامیابی کے لئے ہمارے ساتھ ہر ممکنہ تعاون فرمائیں جزاک اللہ خیرا فی الدنیا والاخرۃ

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

بچوں کے حقوق اور ان سے حُسنِ سلوک
سیرتِ طیّبہ ﷺ کی روشنی میں

مصنّف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(زیر طبع)

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ O صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (القرآن)

اے اللہ! ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ ایسے لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام فرمایا ہے

خلفاء راشدینؓ

(حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ)

کی

بیگمات وصاحبزادیاں

(دلچسپ حالات و واقعات)

مع سوال جواب

مصنفہ

مسز بشریٰ بیگ

فاضل عربی، ایم اے، ایم فل اسلامک اسٹڈیز

ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی

ناشر

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

قتل وغارت کی ممانعت قرآن وسیرت طیبہؐ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں انسان، حیوان، نباتات، جمادات غرض بے شمار مخلوقات پیدا کیں اور ان میں حیات بخشی انسان وحیوان کی حیات پر تو ہمیشہ اتفاق رہا ہے لیکن نباتات وجمادات کی حیات پر اختلاف رہا ہے سائنس نے آج نباتات کی حیات کو تسلیم کرلیا ہے امید ہے قرآنی تعلیمات (۱) کے مطابق جمادات کی حیات کو بھی تسلیم کرلیا جائے گا شریعت نے جس کی جان لینے کی اجازت دی ہے صرف اسی کی جان لینا جائز ہے خواہ اس کا تعلق مخلوقات کی کسی بھی قسم سے ہو حتیٰ کہ وہ جانور جس کو کھانا انسانوں کیلئے حرام ہے ان کو بھی بلاوجہ قتل کرنا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ انسان کا قتل!

کائنات کا سب سے پہلا قتل ناحق: سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ جب ہابیل کی قربانی اللہ نے قبول کرلی تو قابیل زیادہ مشتعل ہوا اس نے قتل کی دھمکی دے کر اس پر عمل بھی کیا، ہابیلؑ نے صاف کہہ دیا کہ میں اس اشتعال انگیزی کا قولاً وعملاً کوئی جواب نہیں دوں گا۔ (۲) اور پھر موت قبول کرلی، مگر مردانگی کے اعلیٰ مقام کو اپنی قوت برداشت سے زندہ رکھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ہر وہ شخص جو قتل کیا جاتا ہے اس کے خون کا ایک حصہ آدم کے اس بیٹے قابیل ہی کی گردن پر ہوتا ہے جس نے خونریزی کی بنیاد رکھی۔ (۳) اسلام سے پہلے عدم برداشت اور مذہبی تشدد بقول علامہ فرید وجدی کچھ اس طرح تھا

> مذہب قبول کرنے پر مجبور کرنے میں بے رحمی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جو لوگ انکار کرتے تھے وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے حوالہ کیے جاتے پھاڑنے والے حیوانات کے آگے ڈالے جاتے تھے یا ان کی دونوں ٹانگیں دو گھوڑوں کے پاؤں میں باندھ کر ان کو مختلف سمتوں میں چھوڑ دیتے تھے، تانبہ پگھلا کر ان پر ڈالتے تھے یا ان کو مدھم آگ پر کئی کئی روز تک لٹکائے رکھتے تھے اور ان کے شور وفریاد اور آہ وفغاں کی بالکل پرواہ نہیں

کرتے تھے، ان کا گوشت کٹ کٹ کر گرتا جاتا اور چربی پگھل کر بہہ جاتی۔

(۴)

قرآن نے بھی سورۂ برج میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ "مارے گئے اور غارت ہوئے خندق والے یعنی ایندھن والی آگ کے ذریعے۔(۵)

مفسرین نے اس آیت کے سلسلہ میں اسلام سے پہلے کے مظالم کا تذکرہ کیا ہے، جو حق پرستوں پر کئے جاتے تھے ان واقعات کی تفصیل روح المعانی تفسیر فتح القدیر اور دوسری کتب تفسیر وحدیث میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔(۶)

آپ ﷺ سے پہلے دنیا میں مقاصد جنگ کی طرح جنگ کے طریقے بھی وحشیانہ تھے، جنگ کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہولناک غیض وغضب کا مظہر ہوتی تھی۔ مقاتلین (Belligerents) اور غیر مقاتلین (Non Belligerents) کا کوئی فرق نہیں تھا، لڑائی کا اثر سوسائٹی کے ہر طبقے پر پڑتا تھا، اور ہر شخص یکساں طور پر تہ تیغ کیا جاسکتا تھا، بالخصوص عورتیں ہوسنا کیوں کا تختہ مشق بنائی جاتی تھیں، جنگی قیدیوں کو تکلیف دے کر مار ڈالنا، انہیں آگ میں دھکیل دینا، ان کے اعضاء کو قطع وبرید کرنا، لاشوں کے اعضاء کاٹ لیا جانا، ان کی کھوپڑی کو بطور جام شراب کیلئے استعمال کرنا بغیر اعلان کے جنگ کرنا اور عہد وپیان کو توڑ دینا اس زمانہ کی جنگ میں معمولی باتیں تھیں۔

برنڈن برگ لکھتے ہیں:

۱۷۹۱ء سے قبل کی دھائیوں میں وسطی یورپ کے ممالک مسلسل اور تباہ کن جنگوں کی وجہ سے تقریباً ختم ہوچکے تھے

قرآن کریم کے بے شمار مقامات پر اللہ تعالیٰ قتل کی مختلف صورتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے قتل کی ممانعت کرتے ہیں لیکن قتل کا حکم جاننے سے پہلے اس کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔

قتل کی لغوی واصطلاحی تعریف: قتل کے لغوی معنی إزهاق الرُّوح بیان کئے گئے ہیں یعنی روح کا جسم سے نکل جانا(۸) اصطلاح میں جرجانی نے قتل کی یہ تعریف کی ہے **القتل فعل يحصل به زهوق الروح** (۹) یعنی قتل اس فعل کو کہا جاتا ہے کہ جس کے ذریعہ کسی کی روح نکال دی جائے۔